بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈاکٹر ایس ۔ ایم ۔ زمان

دعوت و تبلیغ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عزم و ثبات

''یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن اور سیرت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ و السلام دونوں ہی بحر ناپیدا کنار ہیں ۔ کوئی انسان یہ چاہے کہ ان کے تمام معانی اور فوائد و برکات کا احاطہ کر لے تو اس میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا ۔ البتہ جس چیز کی کوشش کی جا سکتی ہے وہ بس یہ ہے کہ جس حد تک ممکن ہو آدمی ان کا زیادہ سے زیادہ فہم حاصل کرے اور ان کی مدد سے روح دین تک رسائی پائے''۔[1]

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ و التسلیم کی گرامی شخصیت انبیاء و مصلحین عالم میں اس لحاظ سے مسلمہ طور پر شان امتیاز کی حامل ہے کہ آپ کی حیات طیبہ کا ہر پہلو تاریخ کی پوری روشنی میں ہے ۔ شمع رسالت کے پروانوں نے آپ کے احوال و اخبار اور شمائل و فضائل ہی نہیں ، ہر ہر ادا کو آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کر لیا اور ہر دور میں حاملین علم کا ایک معزز و محترم گروہ نسلاً بعد نسلٍ ابلاغ کے اس مقدس وظیفہ پر سرفراز ہوتا رہا ۔ زہے نصیب اس امت کے جس کا نور بصیرت ابدی ہدایت کا نسخۂ کیمیا ہر تحریف و تغیر سے مبرّأ اور جس کے ہادیٔ و مولا کا اسوۂ حسنہ و کاملہ مثل آئینہ مصفًا ، اور حیف اس قوم کی بے نصیبی پر جو روح کو حرارت ایمان بخشنے والی ، آدمی کو انسان بنانے والی بلکہ معراج انسانیت تک پہنچانے والی برق قوت کے سرچشمہ سے اپنے آپ کو منقطع کر لیتی ہے ، ہدایت کے آفتاب عالمتاب کی حیات بخش شعاعوں سے فرار اختیار کرتی ہے اور اندھیروں کی وادی میں فروزاں چمکیلی مگر زہریلی روشنیوں کی طرف لپکتی ہے ، ان کے طلسماتی نور میں مسحور ان متعفن اور اذیت ناک ناسوروں سے بے خبر ہے جو اندر ہی اندر ان مسموم شعاعوں میں پک رہے ہیں جن میں اس کا وجود گل رہا ہے ۔ صدائے جرس برابر سنائی دے رہی ہے مگر کچھ کان بہرے ہو چکے کچھ اسے پہچانتے نہیں ، کچھ کان کھڑے ہوتے ہیں مگر زبان کو لبّیک کا یارا نہیں ۔ کہاں ہیں وہ نفوس قدسیہ جن کی آواز ان بیمار روحوں اور

مفلوج جسموں میں حرارت زیست دوڑا دے۔ ان کو کشاں کشاں طبیب یثرب کے قدموں میں لا ڈالے۔ جہاں دوا بھی ہے شفاء بھی ہے۔ یہیں سے ان کی ابتداء تھی یہیں انتہاء بھی ہے، انہی قدسی قدموں کے صدقے اس کی آٹھان تھی آڑان تھی، یہیں اس کا ملجا بھی ہے ماویٰ بھی۔

ہر سال ہمارے ہاں میلاد کی محفلیں سجتی ہیں، تقاریب کا انعقاد ہوتا ہے۔ مذاکروں، مشاعروں، جلسوں جلوسوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ ماہ و سال اپنے ناگزیر سفر میں محو خرام رہتے ہیں۔ پر ہمارے ارباب قضاء و قدر اور اصحاب دانش و بینش نے کبھی سر جھکا کر حساب کیا کہ ہم کتنے قدم آگے بڑھے ہیں اس مقدس نقش پا کی طرف جسے نشان منزل بنانے کے عہد کے ساتھ ہم نے آزادی کا سفر شروع کیا تھا۔ محل فکر بھی ہے اور مقام فخر بھی کہ ہم نے اپنے خالق و مالک سے ایک عہد کیا — ہم جو اس پیمبر وفا کیش کے نام لیوا جس نے مشرک باپ کے ہاتھوں مظلوم و مجبور پناہ گیرو پابہ زنجیر نوجوان جندل کو ڈوبتے دل اور ڈبڈباتی آنکھوں کے ساتھ سہیل بن عمرو سفیر قریش کے سپرد کر دیا کہ شرائط صلح میں یہ اصول طے پا چکا تھا گو عہد نامہ حدیبیہ ابھی لکھا نہیں گیا تھا۔ نہ اس پر دستخط ہوئے تھے[۲] — ہم نے بھی ایک عہد کیا جس کی صدائے باز گشت ہمارے بچوں بوڑھوں مردوں عورتوں کی زبان کا ورد ہوگئی۔ ''پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ'' کا نعرہ قریہ قریہ گاؤں گاؤں گونجا۔ پینتیس برس ہوئے رمضان کا مبارک مہینہ تھا اور ستائیسویں کی مبارک شب کہ رب جلیل نے ایک مرد عظیم کے ہاتھوں اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔ ہمارے حصے کی شق باقی رہی، کیا ہم اپنا قرض اتار چکے؟ ہم نے ارض پاکستان کو لا الہ الا اللہ کا جیتا جاگتا نقشہ بنانے میں کہاں تک پیشرفت کی؟ ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی پر کہاں تک اخلاقیات و تعلیمات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ چڑھا؟

دستوری یا قانونی بحث پیش نظر نہیں، ہمارے معاشرے کے عملی خد و خال پر نگاہ ہے، ذرا اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیں کہاں تک اس میں اسلامی معاشرے کی شان ہے۔ اخبارات کے کالم گواہ ہیں کہ قتل حادثاتی ہو یا ارادی روز کا معمول بن چکا ہے۔ ڈاکہ زنی کوئی چونکا دینے والی خبر نہیں رہی۔ فحاشی اور بدکاری کی بعض لرزہ خیز مثالیں حتیٰ کہ مقدس رشتوں کی پامالی[۳] اگر شاذ و نادر کے ضمن میں بھی آئیں تو تقویٰ اور خدا ترسی کے رجحان کے تشویشناک فقدان کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ پچھلے دنوں وفاقی شرعی عدالت نے ایک دس سالہ معذور بچی کی آبروریزی کی کوشش کے الزام میں سزا یافتہ ایک ملزم کی اپیل مسترد کی[۴]۔ گوجرانوالہ کے ایک نواحی گاؤں میں نامعلوم افراد نے انتہائی سفاکی کا مظاہرہ

کرتے ہوئے ایک چار سالہ معصوم بچے کو مسجد میں لے جا کر ذبح کر دیا[5]۔ قرآن میں ارشاد ہوا کہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا[6]۔ رحمن کے بندے وہ ہیں جو خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ راہ اعتدال اختیار کرتے ہیں[7]۔ مگر ایک سرکاری ادارے کے حالیہ سروے کے مطابق لاہور کے شہری پان سگریٹ پر روزانہ ۹ لاکھ روپے صرف کرتے ہیں۔ پشاور میں ہر ہفتے تین لاکھ کی نسوار استعمال کی جاتی ہے[8]۔ شادی بیاہ جہیز بری کی مسرفانہ نمائشوں سے کون واقف نہیں۔ تعلیمی اداروں اور سرکاری دفاتر میں نظم و ضبط کی روز بروز دگرگوں حالت، تجارت میں چھوٹے اور بڑے پیمانے پر دیانت کے اصولوں کی بجائے جلد از جلد زر اندوزی کا رجحان جس کی ظالم چکی میں غریب اور میانہ طبقہ بری طرح پس رہا ہے۔ اخوت و محبت کی روایات خواب و خیال، جھوٹ اور منافقت کی گرم بازاری، رشوت ستانی، حلال و حرام سے بے نیازی، آخر ہم غور کیوں نہیں کرتے؟ ہمارے دلوں دماغوں پر تالے کیوں پڑ گئے ہیں؟ و اخلاق باختگی کے ذریعے اجتماعی خود کشی کا یہ عمل کیوں جاری ہے؟ کب تک جاری رہے گا؟ اس تباہ کن سیلاب کے سامنے بند باندھنے کے لیے کوئی منظم تحریک کیوں نہیں اٹھتی؟

تسلیم کہ شاید میں نے تصویر کے تاریک رخ پر زیادہ زور دیا ہو مگر اس میں سرمو شبہ نہیں کہ ہمارے قومی و انفرادی اخلاق کی گرتی دیوار کو سہارا دینے کے لیے ہمیں اخلاق محمدی کی دعوت کو اسی عزم کے ساتھ عام کرنا ہوگا، اسی استقلال اسی صبر و استقامت کے ساتھ چلنا ہوگا جس کی روشن مثال صرف اسی انسان کاملؐ کے اسوۂ کاملہ میں مل سکتی ہے۔ بلاشبہ اس راہ میں بھاری مشکلات ہیں۔ ان کا حل تجدید عہد کے ساتھ وہ عزم و ثبات چاہتا ہے جس کا نمونہ ہمیں نبی کریمؐ کی حیات طیبہ کے ہر دور میں ملتا ہے۔ مکہ معظمہ میں اعلان نبوت فرماتے ہی آپ کو کن مصائب سے پالا نہیں پڑا۔ ہجرت کے بعد کیا کیا نازک مقام آئے۔ یہاں صرف چند اشارات ممکن ہیں جو ہمت و عزیمت کی تاریخ میں سنگ میل اور منارۂ انوار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عبدالرحمن عزام نے اپنی مختصر مگر نہایت خوبصورت اور بصیرت افروز کتاب بطل الابطال میں بجا طور پر رسول عربیؐ کو طالبان حق کے لیے ثبات علی الحق اور دعوت الی الحق کی مثل اعلیٰ قرار دیا ہے[10]۔

محمد مصطفیٰؐ کی سیرت طاہرہ عزم و استقلال کی ایک طویل داستان ہے۔ ۶۱۰ء میں عرب کے تہذیبی مرکز مکہ میں اس دعوت کا آغاز بڑا جوکھم کا کام تھا۔ آپؐ کی ولادت قریش کے اس معزز خانوادہ میں ہوئی جس کا منصب بیت اللہ کی ولایت اور اصنام کی رعایت کی بنا پر عربوں کے پروہت کا سا تھا۔ تعظیم و تقدیس

کی اس میراث کو خیرباد کہہ کر سرے سے اس نظام کے انہدام کا عزم جو اس میراث کا بنیادی ستون تھا ، بڑے دل گردے کا کام تھا[11] ، بہت بڑا امتحان تھا ۔ موروثی شوکت و سطوت پر ضرب کاری لگانے کے لیے کیسے عظیم عزم و ایثار کی ضرورت تھی ! مگر محمدؐ مکی کے قدم ذرا بھی لڑکھڑائے ؟ دعوت حق کی راہ میں یہ گراں قدر میراث کچھ بھی آڑے آئی ۔ محمدؐ کے پائے ثبات نے کہیں بھی لغزش کھائی ؟ بلاشبہ یہ سنت براہیمی کا انقلاب آفریں احیاء تھا ۔

تبلیغ حق کا دائرہ وسعت پذیر ہوا تو مخالفت کا طوفان بھی اٹھ کھڑا ہوا ۔ دنیوی پشت پناہ کا لحاظ کریں تو ابو طالب آپؐ کا سب سے بڑا سہارا تھے ۔ رؤساء قریش ان کے پاس دو ٹوک بات کے لیے آئے ۔ عتبہ ، شیبہ ، ابو سفیان ، ابو جہل ، ولید بن مغیرہ ، عاص بن وائل سبھی تھے ۔ ابو طالب اس نازک صورت حال کا احساس کرکے آنحضرتؐ سے مخاطب ہوئے : جان عم ! مجھ پر اتنا بار نہ ڈال جو میں اٹھا نہ سکوں"۔ یہ آسرا بھی ٹوٹتے نظر آیا پر کیا مجال جو قدم ذرا بھی ڈگمگائے ہوں ۔ ناقابل شکست عزم کے ساتھ محمدؐ کے یہ الفاظ زبان سے نکلے اور جریدۂ عالم پر نقش دوام بن کر ثبت ہوگئے : و اللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی و القمر فی یساری علی ان اترک ھذا الامر حتی یظھرہ اللہ او اھلک فیہ ، ما ترکتہ"[12] (بخدا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند لا کر رکھ دیں کہ میں اس مہم کو چھوڑ دوں تو ہرگز نہیں چھوڑوں گا تا آنکہ معبود حقیقی اسے غالب کر دے یا میں خود اسی راہ میں نثار ہو جاؤں) ۔ تاریخ آدم حق کے ساتھ عشق کی کوئی روشن تر مثال پیش کر سکتی ہے ؟

دھمکیاں کارگر ہوتی دکھائی نہ دیں تو دام تحریص پھیلایا گیا ۔ قریش کی طرف سے بنو عبد شمس کا معزز رئیس عتبہ بن ربیعہ آنحضرت کے پاس آیا ، ریاست دولت زواج ہر جال پھیلایا ۔ عتبہ خاموش ہوا تو آپؐ نے فرمایا : ابو الولید کہہ چکے؟" کہا 'ہاں' فرمایا 'میری سنو' ۔ پھر سورۂ حم السجدۃ کی چند ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں ۔ عتبہ واپس گیا تو وہ عتبہ نہ تھا ۔ سرداران قریش سے مخاطب ہو کر بولا : میری مانو تو اس شخص کو تنہا چھوڑ دو ، میں نے جو کلام اس سے سنا اس کی عجب شان ہوگی ۔ اگر عرب اس پر غلبہ پا گئے تو تمہارا مطلب حاصل ہوا اور اگر وہ غالب آیا تو اس کا ملک تمہارا ملک" قریش معاً پکار اٹھے بس عتبہ پر بھی جادو چل گیا[13]۔ کامل عیاری کے ساتھ قریش نے یہ لالچ بھی دیا کہ ایک سال تم لات و عزیٰ کی عبادت کرو ، ایک سال ہم تمہارے خدا کی عبادت کر لیں گے ۔ سورۃ الکافرون کی دو ٹوک آیات اس پیشکش کا جواب تھیں[14]۔

اب جسمانی ایذاؤں کا حربہ آزمایا جاتا ہے ۔ جسے صداقت شعار مانتے تھے اپنی

امانتوں کا نگران بناتے تھے اس کے لیے نت نئے ستم ایجاد کیے جاتے ہیں - کبھی راستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں کبھی سر مبارک پر ڈھول ڈالی جاتی ہے پتھر مارے جاتے ہیں - عقبہ بن ابی معیط آپ کے گلے میں چادر ڈال کر یوں بل دیتا ہے کہ آپ کا دم گھٹنے کے قریب ہو جاتا ہے - ابوبکر صدیق موقعہ پر پہنچتے ہیں - اس ناہنجار ستمگار سے آپ کی گلو خلاصی کراتے ہیں - خدا کا نبیؐ حرم پاک میں سربسجود ہے - مشرکین کی ایک ٹولی طنز و تمسخر کا شور برپا کر رہی ہے ان میں سے ایک شقی اٹھتا ہے اور مذبوحہ اونٹ کا اوجھ غلاظت سمیت آپ کے اوپر ڈال دیتا ہے -

آپ کے ساتھی بھی قریش کے مظالم سے محفوظ نہیں - ان میں سے وہ جو بے سہارا ہیں ظالموں کا خصوصی تختۂ مشق ہیں - حضرت بلالؓ بن ابی رباح اور اُمیہ بن خلف کا جورو جفا - عرب کی دوپہر آفتاب نصف النہار پر بلال کی ننگی پشت، کبھی آہنی زرہوں میں ملفوف ننگا بدن - انگارے سی جھلستی ریت - سینے کے اوپر بوجھل تپتے پتھر، سینے کے اندر حرارت ایمان سے دھڑکتا دل - زبان پر احد احد - ابن کثیر کی روایت ہے کہ اس حال میں قریش ان مظلوموں سے جو چاہتے کہلوا لیتے[15] - مگر بلالؓ کی زبان سے بس أحد أحد ہی نکلتا - بالآخر جناب ابوبکر صدیقؓ نے انہیں ان کے ظالم آقا سے خرید کر آزاد کیا - صدیقؓ کے ہاتھوں اس سلسلے کا یہ ساتواں کارخیر تھا - اس سے پہلے انہوں نے عامر بن فہیرۃ (شہید بئر معونہ)، اُم عبیس، زنیرۃ، نہدیہ اور اس کی بیٹی اور حضرت عمرؓ (جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے) کی کنیز لبینہ کو اسی طرح ان کے آقاؤں کے ستم سے نجات دلائی تھی -[16]

عبداللہ بن جدعان کے آزاد کردہ غلام صہیب بن سنان (جو بالعموم صہیب رومی کے نام سے مشہور ہیں)، صفوان بن اُمیہ کے غلام ابو فکیھۃ اور جناب خباب بن الارت جیسے بے آسرا لوگ ظالموں کے بدترین ظلم کا تختۂ مشق تھے - خبّابؓ کو دہکتے کوئلوں پر لٹایا گیا اور سینے پر ایک بدبخت پاؤں رکھ کر کھڑا ہوا کہ کروٹ نہ لے سکیں - مدتوں بعد یہ واقعہ خبابؓ نے حضرت عمرؓ کو سنایا تو پیٹھ کھول کر دکھائی جو برص کے داغ کی طرح بالکل سفید تھی -[17]

مگر آل یاسرؓ! اسلام کے اولین شہیدوں کا گھرانا! اس نے جو ستم سہے ان کے سننے کو بھی حوصلہ چاہیے - جناب یاسرؓ، ان کی اہلیہ سمیہ، ان کے بیٹے عمار، بنو مخزوم کی غلامی میں گرفتار، أحد و محمد کے تینوں دیوانے لات و منات والوں کی جفا آزمائی کے یکساں شکار! رحمت عالمؐ کا گزر ہوا فرمایا: صبراً یا آل یاسر - موعدکم الجنۃ'' محمدؐ اور خدائے محمدؐ کے وعدے پر تینوں کا رواں

رواں ایمان لا چکا ہے ، یہ نہ ہوتا تو جیتے جی ہر دم جانکنی کی جفا کیسے برداشت ہوتی ! کاش آل یاسر کے ایمان کی کوئی خفیف سی چنگاری آئے اور ہمارے تاریک اور ٹھنڈے سینوں میں بھی ایمان کا الاؤ جلا دے ! چشم فلک یہ بھی دیکھتی ہے کہ عمارؓ کے بائیں پاؤں میں رسی اور رسی سے ایک اونٹ بندھا ہے - دائیں پاؤں میں دوسری رسی جو دوسرے اونٹ کے گلے میں بندھی ہے - عمارؓ کی آنکھیں پھٹی پھٹی ، ذہن میں ایک کربناک موت کا نقشہ مگر دل کا دریا عشق و ایمان کی موجوں کے ساتھ رواں دواں - چاروں طرف طاغوت کے پجاری ان کے آوازے اور قہقہے - دونو اونٹ مخالف سمتوں میں ہانکے جاتے ہیں اور ایک جسد طاہر دو لخت ہو جاتا ہے - اناللہ و انا الیہ راجعون - سمیہ کے قلب سے ابوجہل کا نیزہ پار ہو جاتا ہے ، ایک ہلکی سی چیخ نکلتی ہے اور اس کے ساتھ روح سمیہ لبیک پکارتی ہوئی اپنے خالق و مالک کے حضور جا پہنچتی ہے[18]- یوم حساب تو ضرور برپا ہوگا مگر اس سے پہلے یوم انتقام بھی آیا اس انوکھے انداز سے کہ ظالموں کا یہ شہر جس میں خدا کا گھر اصنام سے آباد تھا ، دس ہزار قدسیوں کے قافلے کے رحم و کرم پر تھا - میر کارواںؐ کو سب کچھ یاد ، مگر اس کا انتقام انوکھا - نبی رحمت کی زبان پر لا تثریب علیکم الیوم کے سوا اور کیا آتا ؟

یہ تو مساکین کی کہانی تھی ، عثمانؓ بن عفان ، ابو ذر ، زبیر بن العوام ، سعید بن زید جیسے ذی حیثیت شرفاء بھی اپنے مشرک اکابر کی ایذا رسانی سے محفوظ نہ تھے - وہ ہستی جو رحمۃ للعالمین اور امت کے لیے مجسم رحمت و ایثار ہو ، اس کے دل پر کیا نہ گزرتی ہوگی ! بالآخر آپؐ بلا کشان توحید کا قافلہ خدا ترس نجاشی کے حبشہ کی طرف روانہ فرماتے ہیں - اس صاحب عزیمت کی جلالت شان یہ ہے کہ جو دست و بازو ہیں انہیں دارالامان بھیج دیتا ہے اور خود اذیت کی حقیقتوں اور موت کے امکانات کے سامنے سینہ سپر رہتا ہے -

نبوت کے ساتویں سال کے آغاز کے ساتھ بنو ہاشم (باستثناء ابی لہب) شعب ابی طالب میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں[19]- قریش نے بنو ہاشم کے مقاطعہ کا عہد نامہ در کعبہ پر آویزاں کر دیا ہے - کامل تین سال مصائب و شدائد میں گزرتے ہیں مگر درس لا الہ الا اللہ دینے والا خطرات کے دریا سے گزر کر بیت اللہ میں حاضر ہوتا اور باآواز بلند خدا کا پیغام بندوں کے نام تلاوت فرماتا ہے -

اعلان نبوت کو دسواں سال ہے - ابو طالب رخصت ہوئے پھر سیدہ خدیجہؓ نے بھی داعیٔ اجل کی پکار پر عین منجدھار میں اس رفیق کی رفاقت توڑ دی[20] جسے کملی آڑھا آڑھا کے بار نبوت اٹھانے کی تشفیاں دی تھیں - عم نصیر بھی گیا رفیق وزیر بھی رخصت ہوا - مصائب کی آندھیاں طوفان بن گئیں - پر پیمبرؐ ہے کہ اپنی دھن میں تن من دھن اسی طرح دعوت حق کی راہ میں لٹانے کو تیار -

ام القری کے دلوں کی کھیتی ہری ہوتی نہیں لگتی تو قبائل کا رخ کرتا ہے، ستائش وصلہ سے توخیر واسطہ ہی کیا، طعن و تشنیع، طنز و تمسخر کے تیروں کی بوچھاڑ خندہ پیشانی سے قبول کرتا گالی کے بدلے دعائیں دیتا۔ پتھر کھا کر لہولہان ہو کر مارنے والوں کے لیے رحمتیں مانگتا چلا جاتا ہے۔ چاروں اور اندھیرا ہے پر اس واقف اسرار حقیقت کو ایک لحظہ کے عشر عشیر کے لیے بھی خفیف سا تردد شک یا شبہ نہیں ہوتا۔ اُسے یقین ہے کہ ان اجڑے دلوں کی بستی بھی ایک دن ضرور آباد ہوگی۔ بصیرت اور عزم و استقلال کا کمال ہے کہ عام الحزن میں بھی محمدؐ کی آنکھیں 'فتح مبین' پر لگی ہیں۔

نبی کریمؐ کے صدق و خلوص اولوالعزمی اور ثبات و استقامت کی اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوگی کہ مکہ کے تیرہ سالہ تبلیغی دور کا حاصل مشکل سے دو سو نفوس قدسیہ تھے مگر سخت ترین آزمائش و مصیبت میں بھی آپ کا دل اپنے مشن کے بارے میں ہلکی سی مایوسی سے بھی آشنا نہ ہوا۔ اور ہاں آپ کے عزم و استقامت کا پرتو یہ بھی تھا کہ ان نفوس قدسیہ میں سے جن کی زبان پر کلمہ لا الہ ایک بار جاری ہوا، کسی ایک نے بھی رونگٹے کھڑے کر دینے والے مظالم سے گزر کر بھی کبھی پلٹنے کا نہ سوچا[۲۱]۔ حتیٰ کہ آپؐ کے ان اہل بیت نے جو بالاعلان کبھی اسلام نہ لائے۔ آپؐ کی اور آپؐ کی دعوت کی خاطر سخت ترین مصائب برداشت کیے مگر مشکل کی سخت ترین گھڑی میں بھی آپ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے یہ اشارہ تک نہ کیا کہ اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست۔

یوں تو آپ کی تیرہ سالہ مکی زندگی ابتلاء و امتحان کی ایک مسلسل داستان ہے مگر سفر طائف کا انجام تو ایسے شدید بدنی و ذہنی صدمات پر ہوا کہ چٹان سا عزم بھی ان کی تاب نہ لا سکتا۔ کوئی دوسرا انسان ہوتا بڑی عظمت و عزیمت والا ہوتا اس کی ہمت بھی جواب دے جاتی۔ سوچیے جناب ابو طالب اور سیدہ خدیجہؓ کی شفقت و محبت سے محرومی کا داغ ابھی تازہ ہے۔ ابو لہب کی زیر سیادت بنو ہاشم کا قبائلی تحفظ بھی اب ختم ہو چکا۔ قریش کی ایذا رسانیاں اور چیرہ دستیاں زوروں پر۔ دس سال کی پر آشوب کشت کاری کے بعد مکہ کی زمین اب خدا کے نبیؐ کے لیے بنجر ہو چکی جس سے کوئی نیا گل بوٹا پھوٹتا دکھائی نہیں دیتا۔ سرداران ثقیف کے ایمان لانے کی امید کا چراغ آپ کو تنہا[۲۲] طائف میں لاتا ہے۔ مگر وہاں کے تینوں رؤساء — عمرو بن عمیر کے نخوت پسند بیٹے تبختر و استہزاء کے ساتھ پیش آتے اور اپنے خدم و حشم کو آپؐ کی ایذاء رسانی پر مامور کرتے ہیں۔ غلاموں نادانوں کا یہ انبوہ چیختا چنگھاڑتا فحش بکتا آپؐ کے تعاقب میں ہے راستے کے دونو طرف بھی اشرار قطار اندر قطار موجود رسولؐ خدا کے ہر اٹھتے قدم کا استقبال پتھروں سے کرتے ہیں۔ لہولہان پاؤں کے ساتھ آپؐ شہر سے باہر ایک باغ کے اندر انگور کی بیلوں کے سائے میں پناہ لینے پر

مجبور ہو جاتے ہیں ، باغ بھی حق کے پرانے حریفوں عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کا ، دونو خود بھی یہ حال دیکھنے کو موجود—اس وقت کی کیفیت کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ لات و منات کے ان دونوں علمبرداروں کا انسانی جذبۂ ترحم بھی وقتی طور پر ابھر آیا—مگر اس حال میں بھی خیر البشرؐ کی زبان سے دشمنوں کے لیے بد دعا نکلتی ہے نہ اپنے مالک و مولا سے شکایت کا حرف زبان پر آتا ہے ، نہ اس پر ایمان و یقین میں سرمو کوئی تزلزل واقع ہوتا ہے ۔ نبیؐ کے ہاتھ اٹھتے ہیں اور یہ فریاد زبان پر جاری ہوتی ہے :

اللهم الیک اشکو ضعف قوتی ، وقلة حیلتی ، وهوانی علی الناس ، یا ارحم الراحمین ، انت رب المستضعفین ، و انت ربی ، الی من تکلنی ؟ الی بعید یتجهمنی؟ ام الی عدو ملکته امری؟ ان لم یکن بک علی غضب فلا أبالی ، ولکن عافیتک هی اوسع لی ، اعوذ بنور وجهک الذی اشرقت له الظلمات ، و صلح علیه امر الدنیا والاخرة من ان تنزل بی غضبک ، اویحل علی سخطک ، لک العتبیٰ حتی ترضی ، ولاحول ولا قوة الا بک.» ۲۳

ترجمہ : «بار الہا ! میں تجھ سے ہی فریاد کرتا ہوں کہ میرے پاس نہ طاقت نہ حیلہ ، لوگوں کے لیے میں کوئی چیز نہیں ۔ اے ارحم الرحمین تو کمزوروں عاجزوں کا وارث ، تو میرا بھی مالک و مولا ، تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے ؟ بیگانے غیر کے جو خشمناکی و درشتی سے پیش آئے ؟ یا اس دشمن کے جسے تیری قدرت نے میرے حال پر قابو عطا کیا؟ مگر مالک تو مجھ پر ناخوش نہیں تو مجھے کسی بات کی پروا نہیں ، تیری عافیت کا دامن ہی میرے لیے کشادہ تر ہے ، میں تیرے رخ انور کی ضیاء میں پناہ مانگتا ہوں ، جس سے تاریکیاں مطلع انوار اور امور دنیا و آخرت خوشگوار ، اس بات سے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا تیرا عتاب مجھ پر آئے ، (میری طرف سے) تسلیم و رضا تیرے لیے ہے جب تک تو راضی نہ ہو جائے ، اور مولا قوت و طاقت جو ہے سو بس تیری ذات کی !''۲۴

خداوند قدوس و کریم نے اپنے بندۂ و حبیب کی پکار کوسنا اور فرمایا: فاصبر کما صبر اولوالعزم من‌الرسل'' (صبر کر جیسے (پہلے) صاحب عزیمت رسولوں نے صبر کیا)۲۵

کئی سال بعد عائشہ صدیقہرض نے آپ سے پوچھا کہ آپ پر کوئی دن معرکہ أحد سے سخت تر بھی آیا؟ آپ نے طائف کے واقعہ کا ذکر فرمایا ۔ ۸ھ میں محمدؐ مدنی کا مکہ میں فاتحانہ داخلہ اپنی مثال نہیں رکھتا مگر گیارہ سال قبل طائف سے بے‌نیل مرام واپسی پر بے‌یار و مددگار مطعم بن عدی کے جوار میں محمدؐ مکی کا گھر پہنچنا بھی اپنی نظیر نہیں رکھتا ۔ اس سے بڑھ کر آپؐ کی صداقت اور اپنے رب پر ناقابل شکست اعتماد کی دلیل کوئی نہیں کہ سفر طائف کے بھی محمدؐ کا

تبلیغی سفر جاری رہا ۔[۲۶]

دشمنوں نے اذیت پہنچانے کا ہر طور آزمایا ۔ ابلاغ عامہ کے جدید ماہرین کی طرح کذب و افتراء اور تمسخر و استہزاء کے ہنگامے میں آپ کے پیام کو اڑا دینے دبا دینے کی کوشش بھی کی ۔ وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیه لعلکم تغلبون ○[۲۷] (اور کافروں نے کہا اس قرآن کی طرف کان ہی نہ دھرو (بلکہ اس میں بیہودہ غل کرو شاید یوتھی تم غالب آ جاؤ) ۔ بے سہارا مگر وفا کیش ساتھیوں پر تابڑ توڑ ستم توڑ کر بھی رحمت عالم ص کے لیے شدید روحانی کرب کا سامان کیا مگر آپ کے عزم کو ٹھیس نہ پہنچا سکے اب ہجرت کا سفر در پیش ہے ۔ ابوبکر صدیق رض وہ مرد جری جو مدینہ کے چاروں طرف منڈلاتے خطرات کے درمیان بھی محض اپنے آقا ص کے حکم کی تعمیل میں اسامہ رض بن زید رض کے لشکر کو فی الفور شام روانہ کرنے پر مصر رہا ، غار ثور کے دہانے پر کھڑی موت کے پاؤں دیکھتا ہے تو چہرے پر فکر و تشویش کا غبار چھا جاتا ہے ۔ مگر اس گھڑی بھی محمد ص کی آواز رفیق دمساز کے لیے معلم دلنواز بنتی ہے ''لاتحزن ان الله معنا'' (گھبراؤ مت خدا ہمارے ساتھ ہے)[۲۸] ۔ اُحد کے معرکہ نے مدینہ کے گھروں میں صف ماتم بچھا دی ہے خود نبی ص کا خانوادہ سیدالشھداء حمزہ رض کے لیے سوگوار ہے مگر عزم و ہمت کا یہ پہاڑ اور شجاعت کا یہ پیکر اگلے روز ہی اپنے زخمی و درماندہ ساتھیوں کے ساتھ دشمنوں کے تعاقب میں ہے کہ وہ پلٹ کر مدینہ پر حملہ کے لیے مجتمع نہ ہونے پائیں ۔[۲۹] معرکہ حنین میں بارہ ہزار جاں نثار تھے مگر اکثر بنو ہوازن کے تیروں کی بارش کے سامنے سراپا انتشار تھے ایسے میں ابن عبدالمطلب ص کے نعرۂ انا النبی لا کذب پر ہی ٹوٹی ہمتیں بندھ رہی تھیں ، منتشر صفیں مجتمع ہو رہی تھیں ۔[۳۰]

ان گزارشات میں کوئی نئی بات نہیں کہی گئی ۔ اس قصہ پارینہ کی باز خوانی سے مدعا یہ ہے کہ محمد عربی ص کی غلامی و حلقہ بگوشی پر فخر کرنے والوں میں جہاں بیسیوں سیاسی معاشرتی ، ادبی اور پیشہ ورانہ تنظیمیں موجود ہیں وہاں ایک ایسی تحریک بھی اٹھنی چاہیے جس کے علمبردار اپنے ہادی و مولا کے عزم کی چنگاری سے وہ شمع روشن کریں جو ہمارے معاشرہ کے ہر شعبہ میں اسوۂ محمدی کا احیاء کرے ، جس کی روشنی بندے بندے تک پہنچے جس کی ضیاء ملت اسلامیہ کے اصلی تشخص کو اس طرح زندہ کرے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہمارا شعار ہو ، اسلام کی بنیادی عبادات کی پابندی ہماری پہچان ہو اور اخلاق محمدی ص کی عاشقانہ تقلید ہمارا طرۂ امتیاز ہو ۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام بنیادی اسلامی عبادات کا مقصد اولین ہی یہی ہے کہ بندہ اپنی ہستی کو اپنے خالق و مالک کے سامنے تسلیم کر دے ۔ اسی بنیاد پر مکارم اخلاق کی محکم عمارت اٹھتی ہے ۔ حقیقت صلواۃ کیا

ہے؟ ان الصلواۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر[۳۱] (بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے؟ حقیقت صوم کیا ہے؟ الصوم جُنّۃ - ہر شیطانی حربہ کے خلاف یہ مومن کی ڈھال ہے - حج کیا ہے؟ اپنے رب کی طرف مکمل ہجرت - طواف کیا ہے؟ انسان کے روایتی علامتی انداز میں رب کعبہ پر سب کچھ نچھاور کر دینے کا اظہار و اقرار - ہم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت و رحمت پر ضرور شکر کریں کہ اس نے ہمیں مسلمان پیدا فرمایا مگر دل و دماغ کی گہرائیوں سے پوری سنجیدگی اور انتہائے خلوص کے ساتھ یہ اعتراف بھی کریں کہ ہمارا اسلام رسمی اور اس سے ہماری نسبت محض موروثی ہے ، ہمیں ابھی مشکلات لا الہ کی دہلیز پر قدم رکھنا ہے ایمانی و روحانی معنی میں مشرف بہ اسلام ہونا ہے -

انفرادی و ملی سطح پر فقیرانہ احساس عجز و انکسار کے ساتھ مگر مجاہدانہ عزم و استقلال کے ساتھ مساجد و مدارس دفاتر و محاکم اساتذہ و طلاب ، سرمایہ و مزدور ، تجارت و حرفت ، مرد و زن ، بچے بوڑھے — ہر سمت سے بنیادی عبادات کی پابندی اور دعوت اخلاق پر لبیک کی صدا بلند ہونی چاہیے - بنیادی عبادات اور پاکیزہ اخلاق سے ہی ملت اسلامیہ کا سچا تشخص ابھرتا ہے - اسی اسلحہ کے ساتھ ہم نے چار دانگ عالم میں انسانوں کے دل و دماغ تسخیر کیے تھے اور اس کے بغیر، کسی اور قوت کے بل پر ، اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی عمارت کھڑی نہیں کی جا سکتی - اس تحریک کے اجراء کی ذمہ داری ایک سے دوسرے کے شانوں پر ڈالنے سے ہم اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکیں گے - ملت اسلامیہ کا ہر فرد اس کا مکلف ہے اور افراد سے مل کر ہی قوم بنتی ہے :

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا (اقبال)

اس سلسلے میں نوجوانوں اور طلبہ و طالبات پر خصوصی ذمہ داری عائد ہوتی ہے - قوم کے اندر حریت فکر اور قوت عمل کا سب سے قوی مظہر یہی طبقہ ہوتا ہے اور اکثر بڑوں کی مصالح پسندی اور سودے بازی سے آزاد بھی - کیا یہ توقع بے محل ہے کہ وہ اخلاق محمدی کا علم سنبھالنے کے لیے سیاسی گروہ بندیوں کو خیر باد کہ دیں ، خود اپنی شخصیتوں کو اخلاق محمدی کے قالب میں ڈھالنے کی مخلصانہ جد و جہد میں لگ جائیں اور معاشرہ کے ہر چھوٹے بڑے ادنیٰ و اعلیٰ طبقہ میں موجود مادہ پرستی ، زرخری و اخلاق فروشی ، بد دیانتی و فرض ناشناسی کے خلاف جہاد کریں — تشدد و تکبر اور نیکی کے غرور کے ساتھ نہیں بلکہ محمدی رحمت و محبت اور شان فقر و انکسار کے ساتھ - اسوۂ محمدؐ کی پیروی ہی ہماری زندگی ہے :

از رسالت در جہاں تکوین ما
از رسالت دین ما آئین ما (اقبال)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ مودودی، ابوالاعلیٰ : **سیرت سرور عالم**، جلد اول ، لاہور، ادارۂ ترجمان القرآن ، ۱۹۷۹ء (طبع دوم) ، ص ۳۶ ۔

۲۔ ابن ہشام : السیرۃ النبویۃ ، القسم الثانی ، مصر ، مصطفی بابی الحلبی ، ۱۳۷۵/۱۹۵۵ء ، ص ۳۱۸ ۔

۳۔ جنگ (روزنامہ) ، لاہور مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۸۱ء ، خبر بعنوان ''اور جب انسان رشتوں کی پہچان بھول جاتا ہے''۔

۴۔ ایضاً ، مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۱ء ۔

۵۔ نوائے وقت (روزنامہ) ، لاہور ، مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۸۱ء ۔

۶۔ قرآن مجید ، ۶ : ۱۴۱ و ۷ : ۳۱ ۔

۷۔ قرآن مجید ، ۲۵ : ۶۷ ۔

۸۔ نوائے وقت (روزنامہ) مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۸۱ء ۔

۹۔ افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا ○ — قرآن مجید ، ۴۷ : ۲۴ ۔

۱۰۔ عزام ، عبدالرحمان : **بطل الابطال**، القاہرۃ ، ۱۳۷۳/۱۹۵٤ء، ص ۱۸ ۔ ملاحظہ ہو یہ اقتباس : ''والناس جمیعاً طلاب الحق ، ام یحب آن یکونوا کذلک ، و قد ضرب لھم محمد المثل الاعلی . . . و ھوالمثل الا علی للثبات علی الحق ، والدعوۃ الی ان یکون الناس کافۃ للہ عبیدا ، و فیما بینھم اخوانا''۔

۱۱۔ ایضاً : ص ۱۳ ۔

۱۲۔ ابن ہشام : **السیرۃ** ، القسم الاول ، ص ۲۶۵ ۔ نیز ملاحظہ ہو ابن کثیر (ابوالفداء اسماعیل) : **السیرۃ النبویۃ** (تحقیق مصطفی عبدالواحد) ، الجزء الاول ، القاہرۃ ، مطبع عیسی البابی الحلبی ، ۱۳۸۴/۱۹۶۴ ، ص ۴۷۴ ۔ نیز شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ، حصہ اول ، اعظم گڑھ ، مطبع معارف ، ص ۲۱-۲۲۰ ۔

۱۳۔ ابن ہشام : **السیرۃ** ، القسم الاول ، ص ۲۹۳ ۔ ابن کثیر : **السیرۃ** ، الجزء الاول ، ص ۵۰۳-۵۰۵ ۔ ابن سید الناس : **عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر** ، بیروت ، دارالجیل ، ۱۹۷۴ء (ط۲) جلد ۱ ، ص ۱۰۵ ۔

۱۴۔ ابن سید الناس : عیون الأثر ، جلد ۱ ، ص ۱۰۶ ۔

۱۵۔ ابن کثیر ، **السیرۃ** ، الجزء الاول ، ص ۴۹۴ ۔

۱۶۔ ابن ہشام : **السیرۃ** ، القسم الاول ، ص ۳۱۸ ۔

۱۷۔ شبلی نعمانی : **سیرۃ النبی** ، حصہ اول ، ص ۲۲۹ (بحوالہ ابن سعد) ۔

۱۸۔ ابن کثیر : **السیرۃ** ، الجزء الاول ، ص ۴۹۵ ۔

۱۹۔ ابن ہشام : **السیرۃ** ، القسم الاول ، ص ۵۱-۳۵۰ و ص ۷۷-۳۷۴ ۔

۲۰۔ ایضاً ، ص ۴۱۶ ۔

۲۱- ظاہر ہے مشرکین کے عذاب سے عارضی خلاصی کے لیے وقتی طور پر لات و منات کی معبودیت کا اقرار ، انقلاب علی الاعقاب ، کے ضمن میں نہیں آتا - ملاحظہ ہو قول عبداللہ بن عباسؓ — ابن ہشام : السیرۃ ، القسم الاول ، ص ۳۲۰ -

۲۲- ابن ہشام : السیرۃ ، القسم الاول ، ص ۴۱۹ -

۲۳- ایضاً ، ص ۴۲۰ - نیز ملاحظہ ہو ابن کثیر : السیرۃ ، الجزء الثانی ، ص ۱۵۰ -

۲۴- مولوی سید محمد الحسنی صاحب ایڈیٹر "البعث الاسلامی" نے سیرت طیبہ پر مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی گراں قدر عربی تالیف کے اردو ایڈیشن میں نبی کریمؐ کی اس دعا کا مکمل ترجمہ درج کیا ہے - (ملاحظہ ہو نبی رحمت ، حصہ اول ، کراچی ، مجلس نشریات اسلام ، ۱۳۹۸/۱۹۷۸ء ، ص ۱۴۵-۱۴۶) - اسی طرح جناب عبدالحمید صدیقی نے اپنی کتاب میں اس دعا کا انگریزی ترجمہ نقل کیا ہے - (ملاحظہ ہو : Abdul Hameed Siddiqui *The Life of Muhammad*, Lahore/Dacca, Islamic Publications Ltd., p. 91.)

راقم الحروف نے اصل کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان تراجم سے معمولی اختلاف کے ساتھ دعا کی روح کو اردو میں سمونے کی کوشش کی ہے -

۲۵- قرآن مجید : ۴۶ : ۳۵ -

۲۶- سر ولیم میور کے الفاظ قابل ملاحظہ ہیں : "There is something lofty and heroic in this journey of Mohammad to At-Taif; a solitary man, despised and rejected by his own people, going boldly forth in the name of God, like Jonah to Nineveh, and summoning an idolatrous city to repent and support his mission. It sheds a strong light on the intensity of his belief in the divine origin of his calling." Sir W. Muir, *The Life of Muhammad*, Edinburgh, John, Grant, 1923, pp. 112-113.

۲۷- قرآن مجید : ۴۱ : ۲۶ -

۲۸- قرآن مجید : ۹ : ۴۰ -

۲۹- ابن ہشام : السیرۃ ، القسم الثانی ، ص ۱۰۱ -

۳۰- ایضاً : ص ۴۴-۴۵ - نیز ملاحظہ ہو ابن کثیر ، السیرۃ ، الجزء الثالث ، ص ۶۱۸ - قاضی محمد سلیمان منصور پوری : رحمۃ للعالمین ، لاہور ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، ۱۹۴۹ء ، ص ۱۶۵ - شبلی نعمانی : سیرۃ النبی ، حصہ اول ، ص ۲۹-۵۳۸ -

۳۱- قرآن مجید : ۲۹ : ۴۵ -